بسم اللہ الرحمن الرحیم

وفاق المدارس العربیہ پاکستان، درجہ سادسہ کے جدید نصاب، کے عین مطابق
مختصر و جامع انداز میں

تعارفِ اصحابِ صحاح ستہؒ

ترتیب و پیشکش
مفتی عامر شعیب ڈیروی
یکے از خدام
مرکز علم و حکمت ''جامعہ فاروقیہ'' شجاع آباد ضلع ملتان

امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

نام ونسب: امیر المؤمنین فی الحدیث، سیدنا امام بخاری رحمہ اللہ کا نام نامی ''محمدؒ'' اور کنیت ابو عبداللہ ہے، جبکہ والد محترم کا نام ''اسماعیل'' ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ''محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''بردزبہ'' کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آتش پرست تھے۔ اس سے آپ کا فارسی النسل ہونا ظاہر ہے۔ امام بخاری کے پردادا ''مغیرہ'' نے ''یمان الجعفی''، حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور شہر بخارا ہی میں سکونت پذیر ہوگئے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کو ''الجعفی، البخاری'' کہا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کے والد محترم آپ کے بچپن میں ہی دنیا سے چل بسے، یوں والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا، آپ کی تعلیم وتربیت ماں کی گود میں ہوئی۔ صرف 16 سال کی عمر میں احادیث کی بیشتر کتابیں پڑھ کر آپ نے تقریباً ستر ہزار حدیثیں زبانی یاد کر لی تھیں۔ آپ کی بینائی بچپن میں ہی چلی گئی تھی، ایک مرتبہ آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ اے خاتون! اللہ تعالیٰ نے تیری دعا کی برکت سے تیرے بیٹے کی بینائی واپس کردی ہے؛ چنانچہ صبح ہوئی تو امام بخاریؒ بالکل بینا تھے۔ آپ کے والد محترم نے وفات کے وقت فرمایا تھا کہ میرے تمام مال میں نہ کوئی درہم حرام کا ہے اور نہ مشتبہ کمائی کا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرورش بالکل حلال رزق سے ہوئی تھی اور آخری عمر تک امام بخاریؒ بھی اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلے، آپ نے کبھی لقمۂ حرام نہیں کھایا۔

علم حدیث کی تحصیل: ابتدا میں اپنے ہی علاقے کے بیشتر شیوخ سے احادیث پڑھیں۔ والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ گئے، والدہ اور بھائی تو اپنے وطن واپس آ گئے؛ مگر آپ حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے شیوخ سے احادیث سنتے رہے۔ اس کے بعد حدیث کے حصول کے لیے متعدد سفر کر کے مصر، شام، عراق ودیگر ممالک کے شیوخ سے آپ نے

احادیث پڑھیں۔اس طرح آپ کم عمری میں ہی حدیث کے امام بن کر سامنے آئے۔

قوتِ حافظہ:اللہ تعالیٰ نے امام بخاریؒ کوخصوصی قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی؛ چنانچہ وہ ایک بات سننے کے بعد ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ آپ کے استاذ امام محمد بن بشارؒ فرماتے تھے کہ اس وقت دنیا میں خصوصی حافظہ رکھنے والے چار شخص ہیں:امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوزرعہ رازیؒ اور امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن سمرقندیؒ۔شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان چاروں میں امام بخاریؒ کو خاص فضیلت اور ترجیح حاصل تھی۔

آپؒ کے اساتذۂ کرام:امام بخاریؒ کے اساتذہ کی تعداد بے شمار ہے۔امام جعفر بن محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ سے احادیث سنی ہیں۔اور میرے پاس جس قدر بھی احادیث ہیں ان کی سندیں اور رواۃ کے جمیع احوال مجھے محفوظ ہیں۔آپ کے چند اساتذۂ کرام کے اسماء درج ذیل ہیں:

مکی بن ابراہیمؒ۔یحی بن یحیؒ۔محمد بن عیسی بن الطباعؒ۔ابوعاصم النبیل الانصاری۔خلاد بن یحییؒ۔ابوالولید احمد بن محمد الازرقیؒ اور امام حمیدی رحمہ اللہ۔

آپؒ کے تلامذہ:آپ کے تلامذہ کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ فِرَبریؒ فرماتے ہیں کہ جب میں امام بخاریؒ کی شہرت سن کر آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کرنے آپ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت تک تقریباً نوے ہزار آدمی آپ کے شاگرد ہو چکے تھے۔نامور شاگردوں میں امام مسلم، امام ابوعیسی الترمذی، امام ابوحاتم، امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ، امام ابوبکر بن ابی الدنیا اور امام دارمی رحمہم اللہ، شامل ہیں۔

تصانیف:امام بخاریؒ کی تصانیف میں آٹھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں:**الأدب المفرد، التاریخ الصغیر. التاریخ الأوسط، التاریخ الکبیر، قرة العینین برفع الیدین فی الصلاة، خلق أفعال العباد، القراء ة خلف الامام**،اورسب سے مایۂ ناز کتاب"**الجامع الصحیح البخاری**"ہے۔

طریقۂ تصنیف"الجامع الصحیح البخاری":اس بارے میں خود امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں اس وقت تک داخل نہیں کی، جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادا نہ کر لی ہو۔ بیت اللہ شریف میں اسے میں نے تالیف کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر ہر حدیث کے لیے استخارہ کیا۔ مجھے جب ہر طرح اس حدیث کی صحت کا یقین ہوا، تب میں نے اس کے اندارج کے لیے قلم اٹھایا۔اس کو میں نے اپنی نجات کے لئے حجت بنایا ہے۔اور چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ چھانٹ کر میں نے اسے جمع کیا

ہے۔

صحیح بخاری کا مکمل نام:حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی حیات وسوانح، اصول وحدیث پر لکھی گئی کتابوں اور شروحات بخاری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ عنہ کی صحیح کا پورا اور اصل نام ''**اُلْجَامِعُ الْمُسْنَدُ الصَّحِيحُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ اُمُوْرِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وسُنَنِه وَاَيَّامِهِ**'' ہے، اِس کے علاوہ جو بھی نام بیان کیے گئے ہیں، تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ محل نظر اور مصنف رحمہ اللہ کے رکھے ہوئے نام سے الگ ہیں۔

امام بخاریؒ کی عالی سند:امام بخاری کی عالی سند ثلاثی ہے۔یعنی امام بخاریؒ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔صحیح بخاری میں کل بائیس ثلاثیات ہیں، جو تین صحابہ حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ان ثلاثیات میں امام بخاریؒ کے پانچ اساتذہ ہیں، مکی بن ابراہیم، ابوعاصم النبیل، محمد بن عبداللہ الانصاری، خلاد بن یحییٰ اور عصام بن خالد۔ان بائیس احادیثِ ثلاثیات میں سے بیس احادیث امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے روایت کی ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد شیخ مکی بن ابراہیم سے گیارہ، امام ابوعاصم سے چھ اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام زفرؒ کے شاگرد امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ سے منقول تین روایات اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں۔معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ، امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

صحیح بخاری میں احادیث کی تعداد:بخاری شریف میں مکررات سمیت کل احادیث سات ہزار تین سو ستانوے ہیں، جبکہ بغیر تکرار کے کل احادیث دو ہزار سات سو اکسٹھ ہیں۔

وفات:خالد بن ذہلی حاکم بخارا، سیدالمحدثین سے محض اس بنا پر کہ آپ نے درس حدیث کے لیے شاہی دربار میں جانے اور اس کے صاحبزادوں کے لیے وقت مخصوص کرنے سے انکار فرمادیا تھا، مخالفت پر آمادہ ہوگیا تھا۔اور چاہتا تھا کہ کسی بہانہ سے سیدنا امام کو شہر بخارا سے نکال دیا جائے۔جس میں وہ اس زمانہ کے علمائے سوء کے تعاون سے کامیاب ہوگیا۔انہوں نے سیدنا امام پر عقائد کے بارے میں الزام لگایا اور پھر حفظ امن کے بہانے سے امام بخاریؒ کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔آپ بادل ناخواستہ بخارا سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اے اللہ! ان لوگوں نے میرے ساتھ جو ارادہ کیا تھا۔وہی صورت حال ان کو اپنے اور ان کے اہل وعیال کے بارے میں دکھلا دے۔مظلوم امام کی دعا قبول ہوئی۔اور ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ خالد ذہلی، امیر طاہر کے حکم سے معزول کر کے گدھے پر پھرایا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔اور حریث بن ابی ورقاء جو آپ کے نکلوانے میں سازشی تھا۔اس کو اور اس کے گھر والوں کو سخت مصیبت پیش آئی۔اور دوسرے مخالفین بھی اسی طرح غائب وخاسر ہوئے۔

آپ بخارا سے چل کر بیکند پہنچے۔ وہاں سے سمرقند والوں کی دعوت پر سمرقند کے لیے دعوت قبول فرمائی۔ خرتنگ نامی ایک گاؤں میں جو مضافات سمرقند سے تھا، آپ پہنچے ہی تھے کہ طبیعت خراب ہوگئی اور وہاں اپنے اقرباء میں اتر گئے۔ ایک رات آپ نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہ العالمین! اب زمین میرے لیے تنگ نظر آ رہی ہے، بہتر ہے کہ تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ آخر سن دوسو چھپن (256) ہجری کو تیرہ دن کم باسٹھ سال کی عمر میں یہ آفتاب حدیث غروب ہوگیا۔ انالله وانا اليه راجعون

عیدالفطر کے دن نماز ظہر کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ سمرقند کے قریب خرتنگ نامی جگہ میں دفن کیے گئے۔ ایک خلق کثیر نے تدفین میں شرکت کی۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر دنیائے اسلام میں ایک تہلکہ برپا ہوگیا۔ ہر شہر و قریہ میں مسلمانوں نے اظہار غم کیا۔ اور آپ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ علمائے امت اور مشاہیر اسلام نے اس سانحہ پر بہت سے مقالہ جات اور اشعار لکھے جو کتب تواریخ میں لکھے ہوئے ہیں۔

........................☆☆☆☆☆☆........................

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ

نام ونسب: نام مسلم، لقب عساکرالدین، کنیت ابوالحسن اور والد محترم کا نام حجاج ہے، سلسلہ نسب یہ ہے: مسلم بن حجاج بن داود بن کوشاد۔

ولادت، تعلیم وتربیت: علامہ ذہبیؒ کی تحقیق میں امام مسلمؒ 204ھ میں خراسان کے مشہور شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ لیکن ان کے سن پیدائش میں قدرے اختلاف بھی ہے 202ھ، 204ھ، 206ھ مختلف اقوال ہیں اور اس آخری قول کو مؤرخ ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں راجح قرار دیا ہے اور ابن خلکان کی بھی یہی تحقیق ہے۔ آپؒ قبیلہ بنوقشیر سے تھے جو عرب کا ایک مشہور خاندان ہے۔ آپ کی پرورش علمی گھرانے میں ہوئی۔ امام مسلمؒ کے والد محترم ان مشائخ میں سے تھے، جن کے پاس علماء کی مجالس لگتی تھیں۔ آپ نے والدین کی نگہبانی ونگرانی میں اچھی اور پاکیزہ تربیت پائی۔ نیشاپور میں ہی آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ بہت ذہین، ذکی اور قوت حافظہ کے مالک تھے۔ تھوڑی ہی مدت میں رسمی علوم وفنون کو حاصل کر کے علمِ حدیث کی طرف راغب ہو گئے۔

تحصیل حدیث وعلمی اسفار: علامہ ذہبیؒ نے امام موصوف کے سماع حدیث کی ابتداء 218ھ کو قرار دیا ہے، اس لئے اس حساب سے گویا چودہ برس کی عمر سے سماعت حدیث کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ خراسان ونیشاپور میں امام اسحٰق بن راہویہ اور امام ذہلی جیسے امام فن موجود تھے، امام موصوف نے ان سے استفادے کے علاوہ مختلف مقامات کی خاک چھانی۔ عراق، حجاز، مصر کے تقریباً دوسو بیس اساتذہ سے احادیث حاصل کیں، شام اور بغداد میں بھی بکثرت تشریف لے گئے۔ وہاں کے محدثین سے خوب استفادہ کیا۔

سیرت وکردار: امام مسلمؒ کو اللہ تعالیٰ نے حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت سے بھی خوب نوازا تھا۔ آپ سرخ وسفید رنگ، بلند قامت اور باوقار وباوجاہت شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عموماً عمامہ باندھتے تھے اور چادر کندھوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ علم حدیث کے بحر بیکراں ہونے کے باوجود کبھی اس علم کو حصول معاش کا ذریعہ نہیں بنایا، بلکہ کپڑوں کی تجارت کر کے اپنی نجی ضروریات

پوری کیا کرتے تھے۔ زندگی کا اکثر حصہ علم حدیث کے حصول اور پھر اس کی درس و تدریس میں گزارا۔

اساتذہ ومشائخ: امام مسلمؒ نے سینکڑوں مشائخ سے احادیث کی سماعت اور ان سے روایت کی ہے۔ چند مشائخ کے نام درج ذیل ہیں: امام احمد بن حنبلؒ اور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی۔ قتیبہ بن سعید۔ قاسم بن زکریا، ابراھیم بن دینار التمار۔ محرز بن عون، ابراھیم بن موسیٰ۔ احمد بن جعفر رحمہم اللہ وغیرہ۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ صاحب السنن، ابو حاتم رازیؒ، ابوبکر بن خزیمہؒ اور ابوعوانہؒ جیسے ائمہ فن اور کبار محدثین داخل ہیں۔

مصنفات: علامہ ابن الجوزیؒ نے ''المنتظم'' میں اور حاکم النیشا پوریؒ نے ''تاریخ نیشاپور'' میں امام مسلم رحمہ اللہ کی مصنفات کی تعداد 23 بتائی ہے۔ چند کتب کے اسماء درج ذیل ہیں: صحيح مسلم . الكنى والاسماء .المسند الكبير على الرجال . كتاب التميز . كتاب العلل . سؤالات احمد بن حنبل .أوهام المحدثين. طبقات التابعين . كتاب الطبقات . كتاب الوحدان۔

کتاب صحیح مسلم لکھنے کی وجہ؟: اس کی وجہ خود امام موصوفؒ یوں بیان فرماتے ہیں: ''مجھ سے میرے بعض شاگردوں نے درخواست کی کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلا تکرار احادیث کو جمع کیا گیا ہو۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میں نے صحیح مسلم تالیف کی''۔ آپؒ نے تین لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے اپنی کتاب مرتب فرمائی، پھر اس کتاب کی تالیف میں صرف اپنی ذاتی تحقیق پر بس نہیں کی، بلکہ مزید تحقیق کے لیے اس وقت کے معروف محدث امام ابوزرعہؒ کی خدمت میں اسے پیش کرتے تھے اور جس روایت کے بارے میں وہ کسی علت کی نشاندہی کرتے اسے کتاب سے نکال دیتے تھے۔ اس طرح کم و بیش سولہ سال کی لگاتار جدوجہد اور بے پناہ جانفشانی کے بعد صحیح مسلم کی صورت میں یہ عظیم مجموعہ حدیث تیار ہوا، جس کے بارے میں خود امام مسلمؒ کا کہنا یہ ہے کہ محدثین اگر دوسو سال بھی حدیثیں لکھتے رہیں، جب بھی ان کا دارومدار میری اس کتاب پر رہے گا۔ اس کتاب میں مکرر احادیث کو چھوڑ کر باقی کل ''چار ہزار'' احادیث ہیں۔

صحیح مسلم کا مکمل نام: محدث کامل، صاحب ضبط واتقان، حافظ ابوبکر محمد بن خیر الاشبیلی (المتوفی ۵۷۵ ھ) نے اپنی کتاب ''فِهرِسُتُ ما رواهُ عن شيوخه'' میں صحیح مسلم کا پورا نام '' المُسنَدُ الصحيح المختصر من السنن، بنقل العدل عن العدل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم'' تحریر کیا ہے۔

سانحۂ وفات: ان کی وفات کا واقعہ جس طرح تاریخ بغداداور سیر اعلام النبلاء میں بیان کیا گیا ہے، انتہائی عجیب ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ فن حدیث میں ان کی جستجو کا کیا عالم تھا اور احادیث میں ان کا انہاک کس درجے پر پہنچا ہوا تھا۔احمد بن سلمہؒ کہتے ہیں: امام مسلم رحمہ اللہ سے استفادے کے لیے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی، اس میں ان کے سامنے ایک ایسی روایت کا ذکر آیا جوان کو معلوم نہ تھی۔گھر واپس آئے تو چراغ جلایا اور گھر والوں سے کہا کہ ان کے کمرے میں کوئی نہ آئے۔گھر والوں نے بتایا کہ گھر میں کھجور کا ایک ٹوکرا ہدیہ بھیجا گیا ہے فرمایا: لے آؤ۔وہ حدیث کی تلاش میں منہمک ہو گئے۔ٹوکرا ساتھ رکھا تھا، بے خیالی کے عالم میں ٹوکرے سے کھجور کا ایک ایک دانہ اٹھا کر منہ میں ڈالتے رہے، اسی عالم میں صبح ہوگئی۔انہیں حدیث کی تفصیلات مل گئیں ادھر ٹوکرا خالی ہو گیا۔کہا جاتا ہے اسی وجہ سے ان کی طبیعت بگڑ گئی اور علم وعرفان کا یہ سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات 24 رجب 261ھ کے اتوار کی شام کو ہوئی، اگلے روز نیشاپور میں تدفین عمل میں آئی۔اللھم ارحمہ۔

........................☆☆☆☆☆☆........................

امام ابوداود سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ

نام ونسب: آپ کا نام سلیمان، کنیت ابوداود جبکہ والد محترم کا نام اشعث ہے۔نسب نامہ یوں ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی سجستانی۔

ولادت وخاندان: امام ابوداود رحمہ اللہ کی پیدائش آپ کے اپنے بیان کے مطابق ۲۰۲ھ میں ہوئی، قبیلہ ازد سے تعلق کی بناء پر ازدی کہلاتے ہیں۔سیستان یا (سجستان) میں سکونت کی وجہ سے ''سجستانی'' کہلاتے ہیں۔یہ شہر سندھ و ہرات کے مابین اور قندھار (افغانستان) کے متصل واقع ہے۔

طلب حدیث کے لیے بلاد اسلامیہ کا سفر: آپؒ نے احادیث کی روایت وتحصیل کے لیے بلاد اسلامیہ کے علمی مقامات کا سفر کیا، جن میں مصر، شام، حجاز (مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ) بغداد، جزیرہ، بصرہ اور خراسان وغیرہ خصوصیت
سے قابل ذکر ہیں۔کئی بار بغداد تشریف لے گئے، نیشاپور، مرو، اصبہان وغیرہ کے محدثین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کیا۔

اساتذہ وشیوخ: آپ کے اساتذہ وشیوخ حدیث 300 سے زائد ہیں، جن میں سے بعض مشاہیر درج ذیل ہیں:
امام احمد بن حنبلؒ۔اسحاق بن راہویہ۔یحیٰی بن معین۔ابوبکر بن ابی شیبہ۔سعید بن منصور، رحمہم اللہ

تلامذہ: امام ابوداودؒ سے بہت سارے علمائے حدیث کو شرف تلمذ حاصل ہے، چند تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں: احمد بن علی بن حسن بصری۔احمد بن ابراہیم بغدادی۔ابوبکر احمد بن سلیمان النجاد۔ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی رحمہم اللہ۔امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔آپ کے شیخ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی آپ سے حدیث عتیرہ روایت کی ہے۔

فن حدیث میں تبحر وکمال، ورع وتقویٰ: امام ابوداودؒ کو حفاظ حدیث میں بہت بڑا مقام حاصل ہے۔تہذیب الکمال میں ہے، امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: ابوداود حفظ کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک تھے۔علل حدیث میں بھی آپ کو ملکہ راسخہ عطا ہوا تھا، جیسا کہ ممتاز علماء نے اس فن میں آپ کی مہارت کا اعتراف کیا ہے۔آپ کی قوت تمییز، اور نقد ونظر پر اساطین فن کا اتفاق

ہے۔تہذیب الکمال میں ہے،مسلم بن قاسمؒ آپ کے ورع وتقوی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ ثقہ اورزاہد تھے،حدیث کے ماہر تھے،اپنے وقت کے اس فن میں امام تھے۔حافظ ابوبکر الخلال فرماتے ہیں:امام ابوداود اپنے عہد کے متفوق امام ہیں،آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو علوم کی تخریج کی معرفت،اور مواضع حدیث کی بصیرت میں آپ سے بڑا ہو،آپ ورع و تقوی میں بھی فائق و برتر تھے۔

فقہی ذوق وبصیرت: امام ابوداودؒ کو جس طرح حدیث میں امامت کا درجہ ملا ہے،اسی طرح آپ کو فقہ واجتہاد میں بھی ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی،فقہی بصیرت اور عمیق نظر رکھنے کے سبب بعض علماء نے تو آپ کو فقہ واجتہاد میں امام بخاری کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے،اور لکھا ہے کہ امام بخاری کے بعد امام ابوداود کا مرتبہ سب سے بلند ہے،پھر جملہ اصحاب تراجم وطبقات نے آپ کے اس وصف کا تذکرہ کیا ہے۔آپ کے اس ذوق اور بصیرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ''کتاب السنن'' کو صرف احکام ومسائل کی جمع وترتیب تک ہی محدود رکھا۔

اولاد: اولاد میں صرف ایک صاحبزادے محدث ''ابوبکر عبداللہ'' کا ذکر ملتا ہے۔

وفات: امام صاحب کی وفات 16 شوال بروز جمعہ 275ھ میں 73 برس کی عمر میں ہوئی۔

........................☆☆☆☆☆☆........................

امام محمد بن عیسی الترمذی رحمہ اللہ

نام ونسب: نام محمد اور کنیت ابوعیسی ہے، والد محترم کا نام عیسی ہے۔سلسلۂ نسب یوں ہے: محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی بوغی ترمذی، اکثر روایات کے مطابق آپ کا نسب نامہ یہی ہے۔بعض نے موسیٰ بن ضحاک کے بجائے شداد، جبکہ بعض نے ابن موسی کے بجائے، ابن سکن نقل کیا ہے۔

ولادت وخاندان: امام ترمذی رحمہ اللہ کی پیدائش غالبا 210ھ کی حدود میں ہوئی، بعض علماء کے قول کے مطابق 209ھ میں ہوئی۔آپ کے دادا مروزی تھے، لیث بن یسار کے دور میں مرو سے ترمذ منتقل ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی، نہر بلخ جسے نہر جیحون بھی کہتے ہیں پر واقع شہر ترمذ میں امام ترمذیؒ کی پیدائش ہوئی، پیدائش اور سکونت کی وجہ سے ترمذی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔قبیلہ غیلان کی شاخ بنی سلیم کی نسبت سے سلمی کہلاتے ہیں، اور بوغ ترمذ کے قریب ایک گاؤں کی نسبت سے بوغی کہلاتے ہیں۔یہ گاؤں ترمذ سے چھ فرسخ کی دوری پر واقع تھا، یہیں پر آپ کی وفات ہوئی۔

طلب حدیث کے لیے بلاد اسلامیہ کا سفر: محدثین کے طریقہ کے مطابق امام ترمذیؒ نے احادیث کی روایت وتحصیل کے لیے بلاد اسلامیہ کے علمی مراکز کا سفر کیا، اور حجاز (مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ) بغداد (عراق) جزیرہ، بصرہ، واسط اور خراسان وغیرہ کے علماء سے بکثرت سماع حدیث کیا۔

اساتذہ وشیوخ: آپ کا زمانہ علوم حدیث کے عروج اور ترقی کا زمانہ تھا، چنانچہ آپ نے بہت سارے محدثین کو پایا، ان سے اکتساب فیض کیا، احادیث سنیں اور روایت کیں، حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء میں آپ کے اساتذہ وشیوخ حدیث کی ایک فہرست دی ہے، جن سے آپ نے سماع حدیث کیا، ان میں سے بعض مشاہیر درج ذیل ہیں:

احمد بن منیع۔اسحاق بن راہویہ۔امام ابوداود سلیمان بن الاشعثؒ (صاحب سنن)۔علی بن سعید بن مسروق الکندی۔قتیبہ بن سعید ثقفی۔محمود بن غیلان رحمہم اللہ۔

روایت حدیث کے ساتھ علوم حدیث ورجال اور فقہ الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے حاصل کی۔امام مسلمؒ سے بھی

آپ نے سماع حدیث کیا ہے، اور اپنی جامع کے اندر ان سے ایک روایت بھی نقل کی ہے۔

تلامذہ: امام ترمذیؒ سے بہت سارے علمائے حدیث کو شرف تلمذ حاصل ہے، جن میں سے بعض رواۃ مندرجہ ذیل ہیں:
احمد بن اسماعیل السمرقندی۔ احمد بن عبداللہ بن داؤد المروزی۔ احمد بن یوسف نسفی۔ مکحول بن فضل نسفی۔ محمود بن عنبر نسفی رحمہم اللہ۔ امام بخاریؒ نے بھی آپ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کے بارے میں امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث محمد بن اسماعیلؒ نے مجھ سے سنی، وہ حدیث یہ ہے: عن أبی سعیدؓ: یا علی لا یحل لأحد أن یجنب فی المسجد غیری وغیرک (سنن الترمذی: 3727)

زہد وتقویٰ: امام ترمذی نہ صرف یہ کہ علوم وفنون میں امامت کا درجہ رکھتے تھے، بلکہ آپ عبادت وتقویٰ اور ورع اور زہد میں بھی شہرت رکھتے تھے، حاکمؒ کہتے ہیں: امام بخاریؒ کا انتقال ہوا تو انہوں نے علم، حفظ اور زہد ورع میں امام ترمذیؒ کی طرح کسی اور کو اپنے پیچھے نہیں چھوڑا۔ آپ اللہ کے ڈر سے اتنا روتے تھے کہ نابینا ہو گئے، اور کئی سال نابینا رہے۔

تصانیف: امام ترمذی رحمہ اللہ کو چونکہ حدیث اور علوم حدیث کے علاوہ تاریخ، فقہ اور تفسیر وغیرہ پر بھی کافی دسترس حاصل تھی، اس لیے انہوں نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور بہت سی علمی کتب تصنیف کیں جن میں سے چند معروف کتب یہ ہیں: ''سنن ترمذی'' ۔الشمائل النبویۃ'' جو شمائل ترمذی کے نام سے مشہور ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق احادیث میں ایک بہترین تصنیف ہے۔ العلل الصغیر العلل الکبیر کتاب الزھد کتاب التاریخ الاسماء والکنٰی کتاب التفسیر کتاب الجرح والتعدیل۔

جامع ترمذی کا مکمل نام: امام ترمذی رحمہ اللہ کی جامع بھی حدیث پاک کی مشہور ومقبول ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ حافظ ابن خیر الاشبیلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب '' فِهْرِسْتُ مَا رَوَاهُ عَنْ شُيُوخِهِ '' میں فرماتے ہیں، جامع ترمذی کا اصل اور پورا نام '' الجَامِعُ الْمُخْتَصَرُ مِنَ السُّنَنِ عَن رسولِ الله صلى الله عليه وسلم ومَعْرِفَةُ الصَحِيْحِ وَالْمَعْلُوْلِ وَمَا عَلَيْهِ العَمَل '' ہے۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب '' تحقیق اسمی الصحیحین واسم جامع الترمذی '' میں یہی نام نقل فرمایا ہے۔

وفات: امام ترمذی رحمہ اللہ کا انتقال مشہور روایت کے مطابق 13 رجب 279ھ میں 2 شنبہ کی شب کو خاص ترمذ شہر میں ستر سال کی عمر میں ہوا۔ لیکن ابن خلکان رحمہ اللہ نے سمعانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے، امام ترمذی بوغ بستی میں 279ھ میں فوت ہوئے جو کہ ترمذ سے چھ فرسخ (اٹھارہ میل) کے فاصلے پر واقع ہے۔

........................☆☆☆☆☆☆........................

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

نام ونسب: آپ کا نام احمد ہے، والد کا نام شعیب، جبکہ کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔نسب نامہ یوں ہے: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر خراسانی، نسائی۔آپ شہر ''نساء'' میں پیدا ہوئے، اسی کی طرف نسبت کر کے نسائی کہا جاتا ہے۔شہر نساء خراسان میں ہے اس لیے خراسانی بھی کہا جاتا ہے۔

تحقیق نساء اور وجہ تسمیہ: علامہ حمویؒ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ عجمی ہے اور خراسان شہر میں شہر سرخس سے دو دن کے فاصلے پر ایک مشہور شہر کا نام ہے، نیشاپور سے چھ سات دن کے فاصلے پر ہے۔اسلام جب فاتحانہ خراسان میں پہنچا اور اس شہر کا رخ کیا تو تمام مرد شہر سے نکل کر پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے، مسلمان جب شہر میں داخل ہوئے تو سوائے نساء (عورتوں) کے کوئی موجود نہیں تھا، اس دن سے اس شہر کو نساء کہا جانے لگا۔اس وجہ تسمیہ کے مطابق لفظ نساء بکسر نون ہونا چاہیے تھا، لیکن یہ نساء بفتح نون سے مشہور ہوا۔ابن خلکان فرماتے ہیں: ''نساء بفتح النون وفتح السین المهملة و بعده همزة۔'' کبھی ہمزہ کو واو سے بدل کر ''نسوی'' بھی کہتے ہیں (جیسا کہ قیاس کا تقاضا ہے) لیکن مشہور نسائی ہی ہے۔

ولادت: آپ کے سن پیدائش میں اختلاف ہے، بعض نے 214ھ اور بعض نے 215ھ بیان کی ہے۔

حلیہ اور طرز زندگی: قدرت نے امام نسائی کو باطنی محاسن اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا، چہرہ نہایت پر رونق اور روشن تھا، بڑھاپے میں بھی حسن و تازگی میں فرق نہیں پڑا۔امام صاحب کی خوراک و پوشاک بھی نہایت عمدہ ہوتی تھی، بہترین لباس زیب تن فرماتے اور روزانہ مرغ کھاتے تھے۔صوم داؤدی کے عادی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند تھے۔

تقوی و دلیری: علامہ ابن حجرؒ نے ابوالحسن بن مظفرؒ کا قول نقل فرمایا ہے: میرے مصری شیوخ امام نسائی کی کثرت عبادت کی تعریف کرتے تھے۔جہاد میں کئی بار شریک ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اور علمی اسفار: امام صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہی حاصل کی۔اس کے بعد سب سے پہلے امام قتیبہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس کے بعد امام صاحب نے حجاز،مصر،عراق، جزیرہ،شام،ثغور اور دوسرے مقامات کے حفاظ حدیث سے کسب فیض فرمایا اور بالآخر مصر میں جا کر رہائش پذیر ہوئے۔

مشہور اساتذہ کرام: آپؒ نے ایک کثیر جماعت سے کسب فیض کیا۔چند مشائخ کے نام درج ذیل ہیں:

اسحاق بن راھویہ۔قتیبہ بن سعید۔محمد بن بشار۔محمد بن مثنی۔یحی بن موسی۔ہشام بن عمار رحمہم اللہ۔بعض حضرات نے اساتذہ میں امام بخاری کا نام بھی ذکر کیا ہے۔

تلامذہ: امام نسائیؒ سے علماء اور رواۃ کی ایک بڑی تعداد نے علم حاصل کیا،اور آپ سے احادیث روایت کیں،جن کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ بے شمار لوگ ہیں۔آپ کے مشہور تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں: آپ کے صاحبزادے عبدالکریم، ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی، حسن بن خضر، حسن بن رشیق، محمد بن عبداللہ بن زکریا نیشاپوری، محمد بن معاویہ الاندلسی، محمد بن قاسم، علی بن ابی جعفر طحاوی، مسعود بن علی بجانی۔

تصانیف: امام نسائی نے مجاہدہ و ریاضت اور زہد و ورع کے ساتھ ساتھ جہاد جیسی مصروفیات کے باوجود متعدد کتب تصنیف کیں،جن کا اجمالی ذکر یوں ہے: **السنن الکبریٰ ، المجتبیٰ ، خصائص علی، مسند علی ، مسند مالک، کتاب التمیز ، کتاب المدلسین، کتاب الضعفاء ، فضائل القرآن، عمل الیوم و اللیلۃ، فضائل الصحابۃ** وغیرہ۔

اہمیت وخصوصیت ''سنن نسائی'': علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ذخیرہ احادیث میں یہ بہترین تصنیف ہے۔اس سے قبل ایسی کتاب موجود نہ تھی۔علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں: بعض علماء سنن نسائی کو روایت و درایت کے اعتبار سے صحیح بخاری سے افضل گردانتے ہیں۔ابن رشیدؒ تحریر کرتے ہیں: جس قدر کتب حدیث سنن کے انداز پر مرتب کی گئی ہیں،ان میں سے سنن نسائی صفات کے اعتبار سے جامع تر تصنیف ہے،کیونکہ امام نسائیؒ نے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے انداز کو مجتمع کر دیا ہے۔

وجہ تصنیف: امام نسائیؒ سنن کبری کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اسے امیر رملہ کی خدمت میں پیش کیا،انہوں نے پوچھا کیا اس کی تمام روایات صحیح ہیں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا: نہیں،تو امیر نے درخواست کی کہ کتاب کی صحیح روایات ہمارے لیے لکھ دیں۔امام صاحب نے صحیح روایات کو الگ کر کے کتاب ''**المجتبی**'' تصنیف فرمائی، جو سنن نسائی کے نام سے معروف ہے۔

سنن نسائی پر صحت کا اطلاق: امام نسائی کا اپنا قول ہے: **کتاب السنن کله صحیح وبعضه معلول الا انه لم یبین علته**

والمنتخب المسمى بالمجتبى صحيح كله ''یعنی کتاب سنن ساری صحیح ہے اور بعض معلول ہے، البتہ اس کی علت بیان نہیں کی گئی۔ اور وہ منتخب جس کا نام ''**المجتبی**'' رکھا گیا ہے ساری صحیح ہے۔

وفات: جب آپ کے علمی مقام کا چرچا ہوا تو حاسدین آپ کو طرح طرح سے ستانے لگے، چنانچہ امام صاحب مصر کو خیر باد کہہ کر دمشق میں مقیم ہوئے، وہاں کے لوگ بوجہ سلطنت بنوامیہ کے خوارج کی طرف میلان رکھتے تھے۔ ایک دن امام صاحب سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے فضائل کے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا: ان کے لیے یہی کافی ہے کہ نجات پا جائیں، ان کے فضائل کہاں ہیں؟ جب امام صاحب نے اہل دمشق کو یہ جواب دیا تو وہ لوگ امامؒ پر ٹوٹ پڑے اور زدوکوب کیا۔ چند ضربیں جسم کے نازک حصہ پر لگیں، خادم اٹھا کر لے گئے، امام صاحب نے فرمایا مجھے مکہ لے چلو تا کہ مکہ میں میرا انتقال ہو، مکہ پہنچنے کے بعد بروز دوشنبہ تیرہ صفر 303ھ میں انتقال فرما گئے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ راستہ میں شہر رملہ میں انتقال ہو گیا، پھر جنازہ کو اٹھا کر مکہ پہنچانے کے بعد صفا ومروہ کے درمیان دفن کیے گئے۔

امام نسائیؒ پر تشیع کا شبہ: امام نسائی کے اس طریق کار اور طرز کلام کو دیکھ کر بعض حضرات نے ان پر تشیع کا حکم لگایا ہے، لیکن واضح رہے کہ قدماء کی اصطلاح میں تشیع اور رفض میں فرق تھا۔ چنانچہ اگر کوئی حضرت علی کو افضل الخلق بعد رسول اللہ علیہ وسلم مانتا ہے تو وہ رافضی ہے۔ اگر اس کے ساتھ وہ دوسرے اصحاب پر سب وشتم کرتا ہے تو وہ غالی رافضی ہے۔ اگر وہ حضرت علی کی رجعت الی الدنیا کا قائل ہے تو حد سے زیادہ غالی فی الرفض سمجھا جائے گا، لیکن اگر وہ حضرات شیخین کی فضیلت کا قائل ہے اور صرف حضرت علی کو حضرت عثمان پر ترجیح دیتا ہے اور ان کے مخالفین کو مخطی کہتا ہے تو وہ شیعہ کہلاتا ہے۔ اب ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ مطلق رافضی اور شیعہ کی روایت مقبول ہے، خصوصا جب کہ وہ داعی الی مذہبہ نہ ہو، البتہ غالی رافضی کی روایت مردود ہے۔ یہ تفصیل متقدمین کے یہاں ہے۔ متاخرین کی اصطلاح میں شیعہ اور غالی رافضی ایک ہی چیز ہے، لہذا شیعہ کی روایت مردود ہے۔

اس لیے امام نسائی رحمہ اللہ کے بارے میں سوء اعتقاد کا گمان نہیں رکھنا چاہیے۔ حسن بن ابی ہلالؒ کہتے ہیں کہ جب اس بارے میں امام نسائی سے پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا: **انما الاسلام كدار لها باب، فباب الاسلام الصحابة، فمن اذى الصحابة، انما اراد الاسلام، كمن نقر الباب انما يريد دخول الباب، قال: فمن اراد معاوية فانما اراد الصحابة۔**

........................☆☆☆☆☆☆........................

امام ابوعبداللہ محمد ابن ماجہ رحمہ اللہ

نام،نسب اور نسبت: ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی۔اسماء الرجال کی عام کتب میں آپ کے دادا کا نام نہیں ملتا۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے دادا کا نام عبداللہ لکھا ہے۔قبیلہ ربیعہ کے ساتھ رشتہ موالات رکھنے کی وجہ سے آپ ربعی کہلاتے ہیں۔''ماجہ'' آپ کی والدہ کا نام ہے،اس لیے آپ ابن ماجہ کہلاتے ہیں۔''قزوین'' کا اصفہان کے مشہور شہروں میں شمار ہوتا ہے۔صدیوں تک یہ شہر ہر علم و فن کے علماء وفضلاء کا مستقر ومنبع رہا ہے،اسی شہر میں امام ابن ماجہؒ کی 209ھ کو ولادت ہوئی،اس لیے آپ کو قزوینی بھی کہتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم اور علمی اسفار: شہر قزوین علوم وفنون اسلامیہ کا خاص مرکز تھا،قزوین ہی میں اپنی تعلیم شروع فرمائی۔اس کے بعد ترک وطن فرما کر خراسان،عراق،حجاز،مصر،شام،ری،بصرہ،کوفہ،بغداد،مکہ اور دمشق تشریف لے گئے۔آپ نے 230ھ کے بعد سفر شروع کیا یعنی تقریباً32 سال کی عمر میں راہ سفر اختیار کی۔

شیوخ: آپ کے مشہور اساتذہ میں امام ذہلی،محمد بن بشار اور محمد بن مثنی رحمہم اللہ سر فہرست ہیں۔صاحب معجم البلدان کہتے ہیں: دمشق میں ہشام بن عمار وغیرہ،مصر میں یونس بن عبدالاعلی،حمص میں محمد بن مصفی،عراق میں ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ وغیرہ سے استفادہ کیا۔

تلامذہ اور راویان سنن: آپ کے تلامذہ میں،علی بن ابراہیم،سلیمان بن یزید،محمد بن عیسی،ابوبکر حامد ابہری،سعدون اور ابراہیم بن دینار رحمہم اللہ اور سنن ابن ماجہ کے دیگر راوی ہیں۔

امام ابن ماجہ بحیثیت مفسر ومؤرخ: علم حدیث کی طرح تفسیر وتاریخ میں بھی آپ نے یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: الحافظ الکبیر، الحجة، المفسر، ابوعبدالله ابن ماجة القزوینی، مصنف السنن والتفسیر والتاریخ''۔علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں طبقات مفسرین کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کا اسم گرامی بھی ذکر کیا ہے۔

چند امتیازی خصوصیات ''سنن ابن ماجہ'': پہلی خصوصیت: ترتیب بہت عمدہ اور بہترین ہے۔دوسری خصوصیت: اس میں کافی

احادیث ایسی ہیں جو صحاح ستہ کی دوسری کتب میں نہیں، اس میں کمال احتیاط بھی ہے۔ اس طرح اس میں ایسی احادیث بھی کافی ہیں جو صحت کے اعتبار سے صحیح بخاری کی حدیثوں سے بھی اصح ہیں۔

ثلاثیات ابن ماجہؒ: سنن ابن ماجہ میں پانچ حدیثیں ثلاثی ہیں۔ صحاح ستہ میں بخاری کے بعد سب سے زیادہ ثلاثی روایات ابن ماجہ میں ہیں اور یہ باعث افتخار بھی ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ پانچوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں، اس لیے کہ ان میں کثیر بن سلیم راوی ہے، جس کی اکثر حفاظ نے تضعیف کی ہے۔

تفردات ابن ماجہؒ: اس میں کوئی شک نہیں کہ ضعیف روایات سنن ابن ماجہ میں بکثرت ہیں، لیکن صحیح روایات بھی موجود ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ جن رجال سے صرف ابن ماجہؒ نے روایت کی ہے، صحاح ستہ کے دوسرے مصنفین نے نہیں کی وہ ضعیف ہیں، جہاں تک نفس احادیث کا تعلق ہے تو اس میں ایسی روایات صحیح اور حسن ہیں جن سے دوسری کتب خالی ہیں۔

وفات: بروز دوشنبہ 21 رمضان المبارک 273ھ کو 64 سال کی عمر میں انتقال فرما گئے، نماز جنازہ بڑے بھائی ابوبکر بن یزید نے پڑھائی۔

تمت بالخیر

........................☆☆☆☆☆☆........................